15

بدظنی ہلاکت کا باعث ہے

(فرمودہ ۱۲ مئی ۱۹۱۶ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر حضور نے فرمایا:-

بہت سے لوگ دنیا میں اس قسم کے پائے جاتے ہیں کہ ان کی طبیعت شکر گزاری اور احسان کی شناخت کی طرف مائل نہیں ہوتی۔ جس قدر بھی ان پر اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہوں یا بندوں کی طرف سے احسان ہوں ان کی تسلّی نہیں ہوتی وہ کبھی بھی اپنی حالت پر مطمئن نہیں رہتے۔ علاوہ اس کے اس قسم کی طبیعت کا انسان ناشکری اور احسان فراموشی کا مرتکب ہوتا ہے۔ ایسے انسان کو کبھی اپنے نفس کے اندر سکھ معلوم نہیں ہوتا۔ جلن ہی لگی رہتی ہے۔ اور ہر وقت اس کے لئے تکلیف اور دکھ کے دروازے ہی کھلے رہتے ہیں کیسے ہی اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے وہ دکھ میں ہی ہوتا ہے اور یہ عذاب اس کی اپنی جان پر ہی ہوتا ہے اگر واقعہ میں بھی کوئی اسے دکھ دینے والا نہیں ہے اگر اس کے حقوق کی حق تلفی کرنے والی کوئی جماعت نہیں ہے تو بھی وہ آرام میں نہیں ہے اور خواہ مخواہ دکھ میں ہے۔ اس قسم کی طبائع کبھی خوش نہیں ہو سکتیں۔ بہت مالدار جن کے پاس کروڑوں روپے ہیں۔ ایسے نکلیں گے کہ وہ بادشاہوں کی تنخواہیں دے سکتے۔ لیکن ان میں سے بہت ایسے ہوں گے کہ اگر ان سے پوچھو کہ تم مطمئن ہو تو وہ کہیں گے کہ ابھی ہمارا فلاں کام رُکا پڑا ہے۔ فلانہ ٹھیکہ پورا ہو جائے تو مطمئن ہو جائیں وہ تمام مال اور دولت جو بنکوں میں جمع ہے اس کے کسی مصرف کا نہیں بلکہ وہ دکھ میں ہے لیکن یہ دُکھ اس کا خود پیدا کردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہوا۔ مال کے لحاظ سے اوروں پر فضیلت ہے لیکن اس کا دل ابھی اور کی خواہش میں ہے۔ غرض بہت سے لوگ جنّت میں ہو کر اپنے آپ کو دوزخ میں ڈالتے ہیں۔ آرام میں ہو کر مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں سُکھوں میں ہو کر دکھوں میں ہیں۔ میرا اس سے یہ مطلب نہیں کہ ہر انسان جس جگہ پر ہے اس سے آگے ترقی نہ کرے۔ اسلام تو کہتا ہے ہر وقت آگے بڑھو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جو ترقی بھی وہ کرتے ہیں اس میں انہیں سُکھ نہیں

ہوتا۔ کڑھنا ہوتا ہے۔ اور یہ کہ ہم ترقی کریں آگے بڑھیں یہ تو مبارک ہے لیکن یہ کہ اپنے آپ کو دکھی سمجھنا اسے مَیں بُرا قرار دیتا ہوں ایک انسان جو اپنی موجودہ حالت پر خوش ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ یا دنیا والوں میں سے کسی کے احسان سے خوش ہے اور اس خوشی میں اور کوشش کرتا ہے۔ اور آگے بڑھنے کے لئے تیاری کرتا ہے تو وہ بہت اچھی بات ہے لیکن جو اپنی حالت کو دکھ ہی سمجھتا ہے وہ کبھی آرام میں نہیں ہوتا۔ اور احسان فراموشی کے لحاظ سے خواہ خدا کا ہو یا انسانوں کا یہ شخص عذاب کا مستحق ہے ایک لوگوں کا مال چھین لینے والے انسان سے تعلق رکھنے والا انسان کبھی خوش نہیں ہوسکتا۔ لیکن ایک مومن مسلمان کا معاملہ تو ایسے خدا کے ساتھ ہے جو رَبُّ الْعَالَمِیْن ہے انسان تو انسان چھوٹے سے چھوٹے کیڑوں کے ساتھ اس کا معاملہ ہے کہ حمد ہی حمد اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ انسان جب ایک گھوڑے یا گدھے کے ساتھ خدا کے معاملے پر غور کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی۔ ذلیل سے ذلیل۔ حقیر سے حقیر چیز خدا کی شفقت اور احسان کے نیچے ہے۔ اکثر انسانوں کی حرص کو دیکھ کر مجھے خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو غلّہ پیدا ہوتا ہے اگر سب کا سب غلّہ ہی پیدا ہوتا تو انسان تمام کو اپنے گھر میں ڈال لیتا اور بیل کو چرنے کے لئے جنگل میں ہانک دیتا اور اس کو ذرا بھی نہ دیتا لیکن اسے تو ربّ العالمین نے پیدا کیا تھا۔ انسان کے لئے دانہ اور جانوروں کے لئے تُوڑی نکال دی۔ اب اگر انسان اسے محروم کرنا چاہے بھی تو محروم نہیں کرسکتا۔ بہرحال اسے دینا ہی پڑے گا۔ ہر چیز میں یہی حال ہے۔ چیونٹی کو کیسا علم عطا کیا ہے۔ کیسا تمدّن دیا ہے بے نظیر تمدّن ہے۔ انسان میں بھی وہ نہیں پایا جاتا۔ یہ اس میں فطرتی ہے اور انسان کے اپنے اختیار میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس تمدن کے لئے چیونٹی قابل ستائش نہیں لیکن خدا تعالیٰ کی ربوبیت کا پتہ چلتا ہے اگر ایک چیونٹی کو ایک دانہ ملتا ہے تو وہ خود نہیں کھائے گی قوم کے خزانے میں داخل کردے گی۔ وہاں سے پھر جب کھائے گی تو سب اکٹھی کھائیں گی۔ پھر خواہ کوئی زیادہ کھائے یا کم۔ اور لانے کے لئے یہ نہیں کہیں گی کہ فلاں زیادہ لائی ہے اور فلاں کم۔ کیونکہ ہر ایک نے دیانت سے کام کیا اس لئے ہر ایک کا حق ہے۔ جتنا کھا سکے کھائے یہی تمدّن ہے۔ جس نے انہیں بچایا ہوُا ہے کیونکہ

وہ بہت کمزور جانور ہے۔ بہت سے کیڑے تمدن سے قائم ہیں ان میں انسانوں کی طرح ایک مدنیت ہے اور وہ ان میں فطرتاً پیدا کی گئی ہے۔شہد کی مکھیوں اور بھڑوں میں اور بہت سے جانور اسی قسم کے ہیں کہ ان میں اور اور ذرائع مقرر ہیں۔مگر ہر ایک کی پرورش کے لئے سلسلہ اور انتظام پَیدا کیا ہے۔غرض حقیر حقیر چیزوں کو دیکھ کر الحمد للہ ربّ العالمین منہ سے نکلتا ہے۔حقیر سے حقیر چیز کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان کے نیچے لیا ہوُا ہے ایسے خدا پر ایمان لانے والا کب خیال کر سکتا ہے کہ میرے ساتھ ظلم کیا جا رہا ہے کیونکہ وہ ہر حالت میں یقین رکھتا ہے کہ میرے ساتھ بہت اچھا معاملہ ہو رہا ہے۔ باقی رہیں یہ خواہشیں کہ مَیں اور ترقی کروں یہ جہنّم نہیں ہوتیں یہ خوشی کا موجب ہی ہوتی ہیں۔اور راحت ہی ہوتی ہیں۔جہنّم سے انسان کی کوئی راحت نہیں رہتی۔ایک بادشاہ کے رات اور دن جب وہ اپنی حالت پر مطمئن نہیں ہوتا۔انگاروں پر کٹتے ہیں۔لیکن ایک فقیر جس کے بدن پر کپڑا نہیں ہے وہ جب اپنی حالت پر مطمئن ہوتا ہے تو وہ بادشاہ ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔جنّت اور دوزخ انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے اور اپنے ہاتھ سے انسان ان دونوں کے دروازے کھولتا ہے۔خود دوزخ کا دروازہ اپنے اوپر کھولتا اور پھر چیخ و پکار کرتا ہے۔تم خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور حکمتوں پر غور کرو اور غور کرو کہ تمہیں تمام جہان کی مخلوق سے اعلیٰ بنایا ہے تو پھر تم کبھی نہیں کُڑھ سکتے اور تمہاری زندگی خوشی کی زندگی ہوسکتی ہے یہ دوزخ تمہاری اپنی پیدا کردہ دوزخ ہے اور جنّت بھی تمہاری اپنی پَیدا کردہ۔حدیث میں آتا ہے۔ہر انسان جو پیدا ہوتا ہے اس کے لئے جنّت میں بھی اور دوزخ میں بھی محل بنا ہوُا ہوتا ہے۔اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔دونوں محل موجود ہیں تیار کر کے بتا دیئے ہیں۔اگر وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقتوں سے کام نہ لے کر اللہ تعالیٰ پر بدظنّی کر کے دنیا میں زندگی بسر کرتا ہے تو وہ ہلاکت اور کفر کی زندگی ہے اور اگر وہ خدا تعالیٰ کے احسانات کو دیکھتا اور ان کی قدر کرتا ہے تو اس کے لئے وہی جنّت ہے۔نفس کے اندر جو خوشی پیدا ہوتی ہے۔بیَرونی خوشی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔اگر اس کو آگ میں بھی ڈال دیا جائے تو وہ آگ بھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔بعض دفعہ بیماریاں بھی خوشی کا موجب ہو جاتی ہیں۔ایک عورت کو ایک بیماری تھی۔ایک دن حضرت خلیفہ اوّل ؓ

کے پاس آئی ۔ بہت ہنسی پوچھا کیوں ہنستی ہو۔ کہنے لگی میرا بیٹا مر گیا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد پھر آئی اور پھر اسی طرح ہنسنا شروع کیا۔ پھر پوچھا تو کہا کہ میرا دوسرا بیٹا بھی مر گیا۔ گو اسے ایک بیماری تھی ۔مگر اس کے لئے راحت ہوگئی ۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا۔ اب اگر وہ رنج محسوس کرتی تو اسے اور تکلیف ہوتی ۔تو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں۔اسی لئے تو فرمایا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرة:۳۹)ان کو خیال ہوتا ہے کہ ہم نے ایسی ہستی کے ہاتھ میں اپنے آپ کو سپرد کیا ہوا ہے جو ظالم نہیں دیکھو اگر مسافر جا رہے ہوں۔اور انہیں ایک راستہ جاننے والا راستہ بتانے کے لئے مل جائے تو وہ مطمئن ہو جاتے ہیں۔ ایک اچھے لائق استاد کے سپرد لڑکے کر کے لوگ مطمئن ہو جاتے ہیں۔ یہ تو انسانوں کا حال ہے تو ربّ العالمین۔ رحمٰن رحیم ۔ مالک یوم الدین کے سپرد جو اپنا معاملہ کر دے اس کو کیا خطرہ ہو سکتا ہے اس کو خواہ کس قدر بھی تکالیف آویں ۔تو وہ پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ خیال کرتا ہے میرا رہنما مجھے ہر حالت میں جنت کی طرف لے جا رہا ہے۔ بہت لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنے نفس پر غور نہیں کیا۔ ان طاقتوں پر غور کرتے جو خدا نے ان میں پیدا کی ہیں۔ وہ ان احسانات پر غور کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کئے تھے۔تو اس عذاب میں نہ پڑتے۔ بہت لوگ ہیں جو لکھتے ہیں ہم ہلاک ہو گئے تباہ ہو گئے ۔کیوں ہُوئے۔ جب خدا نے تمہارے اپنے نفس کے اندر جنت رکھی تھی کہ تم بغیر آنکھیں کھولنے اور ہاتھ پاؤں ہلانے کے اس جنت کو کھول سکتے تھے۔ تکالیف جو آتی ہیں وہ انسان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ وہ خیال کر سکتا ہے کہ یہ مجھے جگانے کے لئے آتی ہیں۔ مثلاً ایک پہاڑ پر چلتے ہُوئے ایک شخص سو جاتا ہے اور اس کو اس کا رہبر جگا دیتا ہے تو بے شک اس جگانے سے اسے تکلیف ہوئی۔لیکن یہ اسے متنبہ کیا گیا کہ ہوشیار ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو تکلیف آتی ہے وہ بھی ہوشیار کرنے کے لئے آتی ہے۔ اور اس سے بتایا جاتا ہے کہ تم اپنے اوپر جنت کے دروازے بند کرنے لگے تھے۔ ہوشیار ہو جاؤ غرض جو لوگ شکایت کرتے ہیں ان کی اپنی غلطی ہے۔ جنت تو ہمارے نفس کے اندر ہے وہ بڑھتی ہے تو اتنی بڑھتی ہے کہ قبر میں بھی ساتھ جاتی ہے۔محشر میں بھی ساتھ ہوگی اور پھر استقبال کو بھی آئے گی ۔مگر وہ خدا تعالیٰ پر یقین کرنے

سے حاصل ہوتی ہے۔ بہت انسان بدظنّی کر کے اپنے آپ کو ہلاک کرتے ہیں۔ خُدا تعالیٰ پاک ہے انسان کو اس نے اعلیٰ درجہ کی مخلوق پیدا کیا ہے۔ حقیر سے حقیر چیز کی اتنی ربوبیت ہے تو انسان کی کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور دوسرے بھائیوں کو توفیق دے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کو سمجھیں اور اس دنیا سے اصل جنّت کو حاصل کریں۔ (اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا آمِیْن)

(الفضل ۱۶؍مئی ۱۹۱۶ء)